اہلِ تشیّع کے عمدہ لسانیاتی اصولِ تفسیر

The Prominent Linguistic Principles of Quranic Exegesis for Shiites

Sada Hussain Alvi
PhD. Scholar, University of Haripur
E-mail: aghaalvi@gmail.com

Dr. Mohsin Raza
Assistant Professor USWA College, Islamabad.
E-mail: mhashmi114@gmail.com

Abstract

This study elaborates some prominent principles adopted by the Shia School of thought for the interpretation of the Holy Qūrān. The research brings to light the roots and the basics of these principles. One of these principles is the correct pronunciation of the Quranic text. Another is to consider background and timings of its revelation. Third principle is to find out exact meanings of the text. Arabic dictionaries must, therefore, be considered as one of the basic source of the interpretations. For accurate understanding of various Arabic terminologies used in the Holy Qūrān, the contemporary illustrations must be taken into considerations also. Moreover, the context of the verses may not be ignored while interpreting any part of the Holy Book. This article also highlights the commonalities between the Shia and Sunni principles adopted for the explanation of Holy Qūrān.

Keywords: Shia, Principles, Exegesis, Quran.

خلاصہ

اس تحقیق میں اہل تشیّع کے ہاں قرآن کریم کی تفسیر کے معمول چند عمدہ لسانیاتی اصولوں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ یہ مقالہ اِن اصولوں کے اختیار کیے جانے کے پسِ منظر پر بھی روشنی ڈالتا ہے۔ ان اصولوں میں سے ایک اصول، قرآن کی درست قرائت بیان ہوا ہے۔ دوسرا اصول، وقت نزول کے معانی و مفاہیم کی پاسداری اور تیسرا اصول، قرآنی الفاظ کے معانی و مفاہیم کی تعیین میں لغت عرب کو محور قرار دینا شمار ہوا ہے۔ اس مقالہ میں قرائن و نظائر کی بحث اور ان کو سامنے رکھ کر قرآن کریم کی تفسیر کرنے کو اہلِ تشیّع کے ہاں معمول چوتھے عمدہ لسانیاتی اصولِ

تفسیر کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ مقالہ نگار کے اہل تشیّع کے ہاں معمول ان اصولِ تفسیر اور اہل تسنن کے ہاں معمول اصولِ تفسیر کے درمیان مشترکات بیان کرنے کی کوشش بھی کی ہے۔

کلیدی کلمات: شیعہ، تشیّع، اصول، تفسیر، قرآن کریم۔

موضوع کا تعارف

زمانۂ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود بابرکت کی بدولت مسلمانوں کے لئے قرآن مجید کے مفاہیم کو سمجھنا آسان تھا۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام تر زندگی کے دوران اور آپؐ کی رحلت کے بعد خصوصاً جب تک صحابۂ اوّلین موجود تھے ان کے لئے بھی کافی حد تک قرآن کریم کی حقیقت واضح اور روشن تھی اور وہ روشن دلیل اور واضح حجت کے ساتھ قرآن مجید پر عمل پیرا ہوتے رہے۔ لیکن آہستہ آہستہ زمانۂ وحی کے دور ہونے کے ساتھ ساتھ، نئے لوگوں کے دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی وجہ سے، مختلف افکار و خیالات کے ان کی صفوں میں در آئے، مختلف اقسام کی بدعات، خرافات اور اسرائیلیات تفسیرِ قرآن میں سرایت کر گئیں۔ بعض گروہوں نے معاشی اور معاشرتی اور عصری ضروریات کے تحت قرآن مجید کے ترجمہ اور تفسیر میں تحریف کی اور ذاتی نظریات و خیالات کو قرآن مجید کی تفسیر میں مسلّط کرنے کی کی مذموم کوششیں کیں۔ یہ سب ایسے مصائب و آلام تھے کہ جو اسلام کے سر پر آ ٹپکے جس کے نتیجے میں حق و باطل مخلوط ہوتے چلے گئے تو انبیاءؑ کے حقیقی وارثین یعنی علمائے کرام کو اس سلسلے میں سعی اور جدو جہد شروع کرنی پڑی۔

اس سلسلہ میں فنِّ تفسیر کے علماء نے قرآن مجید کی تفسیر کے ذمہ کو اپنے دوش پر لیا اور اس فنّ کے لئے باقاعدہ اصول و قواعد وضع کئے۔ اگرچہ ابتدائے اسلام میں قرآنی آیات کی تفسیر انتہائی محدود پیمانے پر کی جاتی تھی اور غالباً مشکل الفاظ کے معانی اور شانِ نزول وغیرہ کے بیان سے بیشتر نہ تھی۔ لیکن جیسے جیسے زمانہ ترقی کرتا چلا گیا تو دیگر علوم کی طرح علمِ تفسیر بھی ایک باقاعدہ فنّ اور علم کی صورت اختیار کرتا چلا گیا۔ لہٰذا ضروری تھا کہ اس علم کے لئے کچھ ایسے قواعد و ضوابط اور اصول وضع کئے جائیں تا کہ ان اصول و قواعد کو قرآنی آیات سے اللہ تعالیٰ کی مراد کو کشف کرتے وقت ملحوظِ خاطر رکھا جائے، قرآنِ مجید کی آیات کی تفسیر کے لئے اصول و قواعد وضع کرنے کے سلسلے میں تمام مکاتیبِ فکر کی طرف سے علمِ تفسیر کے لئے مختلف اقسام کے اصول و قواعد تحریر کیے گئے اور یہی معاملہ اہلِ تشیّع کے ہاں بھی رہا ہے۔ زیرِ نظر تحقیق میں اہل تشیع کے اصول تفسیر کے اہم خدّ و خال کا احاطہ کیا گیا ہے:

ا۔ صحیح قرائتِ قرآنی کی پہچان

اہلِ تشیّع کے اصولِ تفسیر میں سب سے پہلی بحث قرآن کریم کی صحیح قرائت کی پہچان ہے۔ کیونکہ قرائت کے بارے میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: اِنَّ القُرآنَ وَاحِد نَزَلَ مِن عِندِ وَاحِد وَّ لٰکِنَّ الاِختِلاَفَ

یَجِیئُ مِن قِبَلِ الرُّوا ۃِ [1] یعنی: "قرآن ایک ہے اور ایک خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے لیکن اس میں اختلاف راویوں کی طرف سے ہے۔" قرآن کریم کی تلاوت کی مختلف قرائتیں تاریخی کتب، علومِ قرآنی کی کتب اور کتبِ احادیث میں وارد ہوئی ہیں اور انسانی طبیعت کے تقاضے کے مطابق یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان تمام قرائتوں میں سے ایسی قرائت کون سی ہے کہ جو خداوندِ عالم کی طرف سے نازل ہوئی ہے اور پیغمبر اکرم ﷺ نے لوگوں پر اس کو تلاوت کیا ہے؟ ایسی قرائت کی معرفت اور شناخت کیسے ممکن ہے؟ اس سوال کا جواب اس طرح دیا جا سکتا ہے کہ "قرائت" کا لفظی مطلب پڑھنا ہے اور قرآن کریم کی قرائت سے مراد قرآن کریم کے کلمات کا صحیح تلفظ ہے اور صحیح قرائت سے مراد ایسی قرائت ہے کہ جو پیغمبر اکرم ﷺ پر نازل ہوئی ہے اور آنحضرت ﷺ نے لوگوں پر اس کو تلاوت کیا ہے۔[2] کیونکہ پیغمبر اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ: اِنَّ اللهَ تَعَالَیٰ یُحِبُّ اَن یُقرَءَ القُرآنُ کَماَ اَنزَلَ[3] یعنی: "اللہ تعالیٰ کو یہ پسند ہے کہ قرآن کی قرائت ویسے کی جائے جیسے وہ نازل ہوا ہے۔"

قرآن کریم کی صحیح قرائت کی پہچان اس لئے بھی ضروری ہے کہ حروف، کلمہ اور اس کی حرکات کا قرآنی آیات اور ان کے معانی میں بنیادی کردار ہے اور کلمات اپنی شکل حروف، اعراب اور حرکات کی بناء پر ہی بدلتے ہیں اور مختلف معانی دینے کے قابل ہوتے ہیں۔ اسی طرح تفسیر کہ جس کا کام قرآنی آیات اور خداوندِ عالم کی مراد کی وضاحت کرنا ہے، بھی سب سے پہلے حروف پھر کلمات کی شکل و صورت اور ان کی حرکات وغیرہ سے وابستہ ہے اور ان کی پہچان اور معرفت تب ہی ممکن ہے کہ جب مفسّر قرآن کریم کی صحیح قرائت کی پہچان کر لے گا۔ لہٰذا مفسّر کا سب سے پہلا اور ضروری کام قرآنی آیات کے فہم اور ادراک سے پہلے قرآن کریم کی صحیح قرائت کی پہچان اور معرفت کا حصول ہے۔[4]

قرآن مجید کی صحیح قرائت تک رسائی

قرآن کریم کی صحیح قرائت تک رسائی مسلمانوں کی عملی سیرت، مشہور قرائت، ایک قرائت کے متواتر نقل، صدرِ اسلام میں مشہور قرائت اور دینی مسلّمات کے ساتھ مطابقت رکھنے کے ذریعہ سے ممکن ہے۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

1۔ مسلمانوں کا سابقہ طریقہ کار: قرآن کریم ایک ایسی کتاب ہے کہ جو ہر زمانے میں مسلمانوں کے ہاں اہمیت کی حامل رہی ہے اور یوں کہا جا سکتا ہے کہ تاریخ میں ایسی قرائت کہ جس میں اختلاف نظر نہیں آیا وہ موجودہ قرائت ہے کہ جو مسلمانوں کے سابقہ طریقہ کار کے عین مطابق ہے۔ کیونکہ اگر مسلمانوں کے سابقہ طریقہ کار والی قرائت موجودہ قرائت سے مختلف ہوتی تو تاریخ اس قرائت کو لکھتی۔ لہٰذا ایسی کسی اور قرائت کا تاریخ کی کتب میں ذکر نہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ کسی اور قرائت کا وجود ہی نہیں تھا اور اسی دلیل کی بنیاد پر اکثر قرآنی

آیات پر اس بات کا اتفاق ہے کہ موجودہ قرائت ہی پیغمبر اکرمﷺ کی قرائت ہے اور قرآنی آیات کی تفسیر اسی موجودہ قرائت کی بنیاد پر کی جانی چاہئے۔[5]

2۔ ایک قرائت کا مشہور ہونا: صحیح قرآنی قرائت کی پہچان کا دوسرا طریقہ ایک قرآنی قرائت کا مشہور ہونا اور دوسری قرائتوں کا شاذ ہونا ہے۔ وہ آیات کہ جن کی قرائت میں اختلاف ہوا ہے اور ان قرائتوں میں سے ایک قرائت مشہور اور باقی قرائتیں شاذ ہیں تو ایسی صورت میں مشہور قرائت ہی صحیح قرائت شمار ہو گی اور مفسّر اسی صحیح قرائت کے پیشِ نظر ہی قرآنی آیات کی تفسیر کرے گا۔ کیونکہ مسلمانوں کی نظر میں قرآن کریم اور پیغمبر اکرمﷺ کی قرائت اہمیت رکھتی ہے اور یہ بات بھی ممکن نہیں کہ پیغمبر اکرمﷺ کی قرائت کو مسلمانوں نے چھوڑ دیا ہو اور اس کی جگہ ایک اور قرائت نے لے لی ہو۔[6] وہ آیات کہ جن کی قرائت میں اختلاف پایا جاتا ہے ان میں سے ایک آیت "فَلَمَّا اسْتَيْئَسُوْا مِنْه خَلَصُوْا نَجِيًّا" (80:12) ہے۔ اس آیہ کریمہ کو محمد بن حسن نحوی نے یوں نقل کیا ہے کہ "فَلَمَّا اسْتَيْئَسُوْا مِنْه خَلَصُوْا نَجِباً"[7] اور آیہ کریمہ "اِذْ تَلَقَّوْنَه بِاَلْسِنَتِكُمْ" (15:24) کی قرائت حضرت عائشہ، حضرت ابنِ عباس اور ابنِ یعمر نے "تَلِقَوْنَہٗ" کی ہے اور ابنِ السمیقع سے "تُلقُوْنَہٗ" کی قرائت نقل کی گئی ہے[8] لیکن یہ تمام قرائتیں شاذ ہونے کی وجہ سے شمار میں نہیں آتی ہیں اور صحیح تفسیر اسی رائج قرائت کی بنیاد پر ہو گی۔

3۔ ایک قرائت کا متواتر نقل ہونا: قرآن کریم کی صحیح قرائت تک رسائی کا ایک اور راستہ ایک قرائت کا متواتر نقل ہونا ہے۔ اس بنیاد پر اگر ایک آیت کی چند قرائتیں وارد ہوئی ہوں اور ان تمام قرائتوں میں سے ایک زیادہ نقل ہوئی ہو اور ایسے لوگوں سے نقل شدہ ہو کہ جن کا جھوٹ پر جمع ہونا محال ہو تو ایسی قرائت کو متواتر کہتے ہیں اور یہی صحیح قرائت ہے۔[9]

4۔ صدرِاسلام کی مشہور قرائت: قرآن کریم کی صحیح قرائت تک رسائی کا ایک اور راستہ یہ بھی ہے کہ ہم صدرِ اسلام کی مشہور قرائت کو دیکھیں اور ایسی آیات کہ جن کی زیادہ قرائتیں وارد ہوئی ہیں لیکن ان میں سے ایک قرائت صدرِ اسلام میں شہرت رکھتی تھی اور دیگر وارد شدہ قرائتیں صدرِ اسلام کے بعد کے ادوار میں وارد ہوئی ہیں تو ایسی صورت میں صدرِ اسلام کی قرائت ہی صحیح قرائت شمار ہو گی اور تفسیر اسی صحیح قرائت کے پیشِ نظر ہی کرنی ہو گی کیونکہ پیغمبر اکرمﷺ کی قرائت وہی پہلی صدی والی قرائت ہے اور اس قرائت کا شاذ ہونا اور بعد میں آنے والی دوسری قرائتوں کا مشہور ہو جانا معقول نہیں ہے۔ لیکن پیغمبر اکرمﷺ کی قرائت کے علاوہ دیگر قرائتوں کا صدرِ اسلام اور پہلی صدی ہجری میں مشہور ہونا معتبر نہیں ہے۔ اسی بنیاد پر ایک قرائت کا مشہور ہونا صدرِ اسلام میں یہی اس قرائت کے صحیح اور معیاری ہونے کا معیار ہے۔[10]

5۔دینی اور ادبی مسلّمات کے ساتھ مطابقت رکھنا: قرآن کریم کی صحیح قرائت تک رسائی کا ایک اور ذریعہ یہ بھی ہے کہ وہ قرائت صحیح شمار ہو گی کہ جو دینی اور ادبی مسلّمات کے ساتھ مطابقت رکھتی ہو گی۔ کیونکہ جب چند قرائتیں مشہور ہوں گی تو ان میں سے کوئی ایک قرائت ایسی ہو گی کہ جو عربی ادب کے ساتھ اور حتمی روایات میں منقول قرائت کے ساتھ شباہت رکھتی ہو گی اور ان کے معیار پر پورا اترتی ہو گی اور اکثر قرائتیں ایسی ہوں گی کہ جو عربی ادب کے مطابق نہیں ہوں گی یا دوسری ظاہری آیات کی مخالف ہوں گی یا ان میں سے اسی طرح کوئی اور نقص پایا جائے گا کہ جو قابلِ قبول نہیں ہو گا۔ لہٰذا ایسی قرائت معتبر اور صحیح نہیں ہو گی۔[11] اور چونکہ قرآن کریم فصاحت و بلاغت کے آخری درجات پر فائز ہے اور اگر اس کو ایسی قرائت سے تلاوت کیا جائے گا کہ جو عربی ادب کے قواعد کے مخالف ہو گی تو اس کلام کی فصاحت و بلاغت ختم ہو جائے گی اور کوئی دوسری قرائت خواہ وہ کتنی ہی مشہور کیوں نہ ہو بلاشبہ وہ حقیقی اور صحیح قرائت شمار نہیں ہو گی اور قرآن کریم کی کوئی بھی آیت کسی بھی صورت میں انسانی عقل کے خلاف یا احادیث و روایت کے بر خلاف ہو وہ قرائت صحیح شمار نہیں ہو گی۔[12]

سات قرائتوں کے تواتر سے مراد

سات قرائتوں سے مراد وہ سات مشہور قرائتیں ہیں جو عبداللہ ابن عامر دمشقی، ابنِ کثیر مکی، عاصم کوفی، حمزہ کوفی، نافع مدنی، کسائی کوفی اور ابو عمرو بصری سے منقول ہیں۔[13] بعض مفسّرین، مجتہدین اور علومِ قرآنی کے ماہرین نے ان ساتوں قرائتوں کے متواتر ہونے کا دعوی کیا ہے۔[14] قرائتوں کے متواتر ہونے سے مراد یہ ہے کہ یہ قرائتیں اہلِ سنّت اور شیعہ علماء کے نزدیک ثابت ہیں۔[15] اسی دلیل کی بدولت اختلافِ قرائت میں ان تمام قرائتوں میں سے کسی ایک قرائت کو مدّ نظر رکھتے ہوئے قرآنِ کریم کی تفسیر کی جا سکتی ہے کیونکہ ان قرائتوں کا متواتر ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ تمام قرائتیں پیغمبر اکرم ﷺ سے صادر ہوئی ہیں اور قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی طرف سے سات قرائتوں پر نازل ہوا ہے۔ بعض علماء اس کی دلیل میں یہ روایت پیش کرتے ہیں کہ: نُزِلَ القُرآنُ عَلىٰ سَبعَةِ اَحرُفِ[16] ترجمہ: "قرآن کریم سات حروف پر نازل ہوا ہے۔" اس روایت میں سات حروف سے مراد یہی سات قرائتیں ہیں جو کہ متواتر ہیں۔

موجودہ متواتر قرائت

موجودہ قرائت جو تواتر سے عاصم نے حفص سے اور انہوں نے حضرت علیؑ سے نقل کی ہے اس قرائت کے پیغمبر اکرم ﷺ سے منقول ہونے کی دلیل کے طور پر بعض مفسّرین کا کہنا ہے کہ قرآن مجید کے موجودہ حروف اور اعراب متواتر ہیں اور قرآن کریم کی قرائتیں یا قرآن کریم کی تفسیر صرف اسی بنیاد پر جائز ہے۔[17] اور اس نظریہ کی

دلیل میں فرماتے ہیں کہ قرآن کریم آخری آسمانی کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔ اسلام کے آغاز سے آج تک یہ مسلمانوں کے لئے قابلِ اطمینان ویقین رہی ہے۔ پیغمبر اکرم ﷺ نے اس کی قرائت، حفظ اور جمع کرنے کی تلقین بھی کی ہے اور مسلمان اس کتاب کو اپنے دین کی بنیاد جانتے ہیں۔ اور اس کتاب کی تلاوت کو اپنے روز مرہ کے معمولات کا حصہ جانتے ہیں اور اس کی آیات تاریخِ اسلام میں ہاتھوں ہاتھ اور نسل در نسل منتقل ہوئی ہیں یہی وجہ ہے کہ بے شمار قاریوں اور حفّاظ نے صدرِ اسلام سے آج تک اس کتاب کی تلاوت اور حفظ کے ذریعہ سے حفاظت فرمائی ہے۔ لہٰذا ہم اس نتیجے پہ پہنچتے ہیں کہ موجودہ قرآن کے الفاظ اور قرائت وہی ہے کہ جو پیغمبر اکرم ﷺ کے زمانہ میں تھی اور اس میں کسی بھی لحاظ سے کسی قسم کی کمی بیشی نہیں ہوئی ہے۔[18] پس قرائتوں کے اختلاف کے موارد میں صحیح قرائت وہی شمار ہو گی کہ جو موجودہ قرآن میں اعراب اور حروف کے ساتھ موجود ہے اور قرائت و تفسیر اسی موجودہ قرآن کی جائز ہے اور دیگر قرائتوں کے مطابق نہ قرآن کریم کی تلاوت کی جا سکتی ہے اور نہ ہی اس کی تفسیر جائز ہے۔[19] مندرجہ بالا دلیل کی روشنی میں موجودہ قرائت کے نبوی ﷺ قرائت ہونے سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے۔ لیکن وہ قرائتیں کہ جن کا تاریخ نے نقل کیا ہے وہ بھی مسلمانوں کے درمیان مشہور ہیں بلکہ ان میں سے بعض کا تواتر بھی ثابت ہے۔[20]

۲۔ عصرِ نزول کے معانی و مفاہیم کی پاسداری

اہل تشیّع کے اصولِ تفسیر میں سے دوسری اصل یہ ہے کہ مفسّر کو اس بات کا علم بھی ہونا چاہئے کہ قرآن کریم کے نزول کے وقت کلمات کے معانی کیا تھے۔ ہر زبان میں کلام، کلمات سے مل کر بنتا ہے اور ہر کلمہ کا اپنا ایک خاص معنیٰ اور مفہوم ہوتا ہے اگر کسی بھی کلام کو صحیح معنوں میں سمجھنا ہو تو اس کلام میں موجود کلمات کے معانی اور مفاہیم کا جاننا ضروری اور لازمی ہے۔ لہٰذا مفسّر کو چاہئے کہ وہ قرآنی مفردات کے مفاہیم اور قرآنی حروف کے معانی سے آگاہ ہو اور انتہائی توجہ کے ساتھ ہر قرآنی لفظ کے مفہوم کی مدد سے قرآنی آیات کی تفسیر کرے۔[21] قرآنِ کریم کے الفاظ کی صحیح تفسیر کے لئے مندرجہ ذیل امور قابلِ توجہ ہیں:

ا۔ قرآنی الفاظ کے معانی میں زمانہ نزول کے معانی کی طرف توجہ: قرآن کریم کے جن الفاظ یا کلمات کی تفسیر کرنا مطلوب ہو ان کے بارے میں یہ دیکھا جائے کہ یہ زمانہ نزول میں کن معانی میں استعمال ہوئے ہیں۔ کیونکہ ممکن ہے کہ الفاظ وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ ایک معنیٰ سے دوسرے معنیٰ میں تبدیل ہو گئے ہوں۔ یا ایک ہی وقت میں ایک علاقے میں ایک لفظ کا کوئی خاص معنیٰ ہو اور اسی وقت اسی لفظ کے ایک اور علاقے میں کوئی اور معانی پائے جاتے ہوں۔ مفسّر کو چاہیے کہ وہ قرآنی الفاظ کو سمجھنے کے لئے مختلف طریقوں اور راستوں کی مدد سے زمانہ نزول کے معانی و مفاہیم کو دیکھے اور قرآن کریم کی تفسیر اسی کی بنیاد پر کرے کیونکہ قرآن کریم کی تمام تر

گفتگو زمانہ نزول کے لوگوں کے اذہان کے مطابق اور ان کے زمانے میں رائج معانی کے عین مطابق تھی۔ لہٰذا مفسّر کو قرآنی آیات کی تفسیر میں زمانہ نزول کے علاوہ کسی اور زمانے کے معانی اور مفاہیم کی طرف متوجہ ہو کر تفسیر نہیں کرنی چاہیئے۔[22] مثال کے طور پر آیہ مجیدہ: اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا (25:77) میں موجود کلمہ " كِفَاتًا" سے بعض مفسّرین نے "پرواز کرنے والی" مراد لیا ہے اور اس آیہ مجیدہ سے "زمین کی حرکت" مراد لی ہے ۔[23] لیکن اس معنیٰ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ زمین کی حرکت والا معنیٰ نئے معانی میں سے ہے جو کہ زمانہ نزول میں متصوّر نہیں تھا۔ لہٰذا اس آیہ مجیدہ کی تفسیر زمین کی حرکت والے معنیٰ سے درست شمار نہیں ہوگی۔[24] اس کے بر عکس، بعض شیعہ مفکرین نے یہ نظریہ بھی پیش کیا ہے کہ ہر زمانے میں قرآنی آیات کے معانی اور تفسیر کرتے وقت اس زمانے میں رائج معانی اور اصطلاحات کے مطابق تفسیر کی جائے۔[25] شاید ان مفکرین کے پیش نظر یہ مطلب ہے کہ ضروری نہیں کہ قرآن کریم کی سب آیات اور الفاظ عرب جاہلی کے ہاں متصور الفاظ کے معانی میں نازل ہوں۔ بلکہ قرآن کریم نے عربوں کے ہاں مستعمل الفاظ میں نئے معانی ڈالے ہوں۔ بہر صورت، اہل تشیّع کے ہاں مشہور اصول یہی ہے کہ قرآنی الفاظ کے معانی کی تعیین و تفسیر میں زمانہ نزول میں مستعمل معانی ہی مراد لیے جائیں۔ کیونکہ بعض اوقات بعض الفاظ زمانے کے گزرنے کے ساتھ ساتھ پرانے معانی کو چھوڑ کر نئے معانی اپنا لیتے ہیں۔ اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ ایک لفظ کا ایک ہی معنیٰ ہو اور سارا زمانہ اس لفظ کا ایک ہی معنیٰ رہے۔[26]

۲۔ مجازی معانی پر کفایت نہ کرنا: قرآن کریم کے تفسیری امور میں سے ایک امر یہ بھی ہے کہ ہر لفظ کا معنیٰ معتبر منابع سے لیا جائے۔[27] اور اسی کی بدولت قرآن کی تفسیر کی جائے کیونکہ ممکن ہے کہ الفاظ کے مجازی معانی قرآن کریم کے نزول کے بعد ظاہر ہوئے ہوں اور قرآن کے نزول کے وقت ان کلمات کے معانی کچھ اور ہوں۔[28]

۳۔ قرآنی الفاظ کے تمام معانی کو مدّ نظر رکھنا: قرآن کریم عربی زبان میں نازل ہوا ہے اور دیگر زبانوں کی طرح عربی زبان میں بھی بہت سے الفاظ ایسے ہوتے ہیں کہ جو متعدد معانی رکھتے ہیں۔ ایسی صورتحال میں متکلّم کے پیشِ نظر معنیٰ کو سمجھنے کے لئے قرائن سے مدد لی جاتی ہے۔ لیکن متکلّم کے بیان کردہ تمام صحیح معنیٰ تک رسائی کے لئے کلمات کے تمام معانی کا جاننا ضروری ہے تاکہ ان تمام معانی اور قرائن کی مدد سے متکلّم کے پیشِ نظر معنیٰ تک پہنچا جا سکے۔ اور اگر مفسّر الفاظ کے تمام معانی سے آگاہ نہیں ہو گا یا وہ تمام معانی کو مدّ نظر نہیں رکھے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کی مراد سے صحیح معنوں میں پردہ نہیں اٹھا سکے گا۔[29] الفاظ کے معانی کے سلسلہ میں درج ذیل امور کا خیال رکھنا ضروری ہے:

1) قرآنی الفاظ کے حقیقی اور مجازی معانی میں فرق

قرآنی الفاظ کو سمجھنے کے لئے ایک اور ضروری نکتہ یہ بھی ہے کہ الفاظ کے معانی میں سے حقیقی اور مجازی معانی میں فرق کیا جائے۔ حقیقی اور مجازی معانی میں فرق کے لئے ہم قرینے کے محتاج ہوتے ہیں اور ایک ایسا لفظ کہ جس کا ایک ہی معنیٰ ہے وہ قرینے کا محتاج نہیں ہو گا۔ پس قرآن کریم میں جہاں کہیں بھی ایسا لفظ استعمال ہوا ہو کہ جس کا ایک ہی معنیٰ ہو تو اسی معنیٰ کے اعتبار سے قرآن کی تفسیر کی جائے گی۔ لیکن اگر ایک لفظ کے متعدد معانی ہوں تو اللہ تعالیٰ کے پیشِ نظر حقیقی معنیٰ تک رسائی کے لئے مفسّر قرینے کا محتاج ہوتا ہے اور قرینے تک رسائی کے بعد ہی مفسّر قرآن کریم کی صحیح تفسیر کرنے کے قابل ہو گا۔ لہٰذا ایک مفسّر کے لئے ضروری ہے کہ وہ قرآنی کلمات کے متعدد معانی سے آگاہی رکھتا ہو، حقیقی اور مجازی معانی کو ایک دوسرے سے جدا کرنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہو اور قرائن سے بھی بخوبی واقف ہو۔[30]

2) قرآنی حقائق سے آگاہی

کبھی متکلمین کسی لفظ یا چند الفاظ کو ایک خاص معنیٰ یا ایک خاص مورد میں اتنا زیادہ استعمال کرتے ہیں کہ پھر ان الفاظ کو انہی معانی یا موارد کے ساتھ خاص کر دیا جاتا ہے۔ اور اگر انہی الفاظ سے کوئی دوسرا معنیٰ سمجھانا ہو تو متکلم کو قرینہ استعمال کرنا پڑتا ہے تو ایسی صورت میں ان الفاظ کا ایسے معانی میں استعمال کرنا حقیقت ہوتا۔ اور اس اصطلاح کو علمِ اصول میں "حقیقتِ شرعیہ" یا "حقیقتِ متشرعہ" کہا جاتا ہے۔[31] قرآن کریم میں ممکن ہے کہ بعض الفاظ ایک معنیٰ میں کثرتِ استعمال کی وجہ سے قرآنی حقیقت بن گئے ہوں۔[32] قرآنی حقائق کے پیشِ نظر مفسّر کے لئے ضروری ہے کہ وہ قرآنی الفاظ میں غور و فکر کرے کہ کیا آیہ میں استعمال ہونے والے الفاظ قرآنی حقائق میں سے ہیں یا نہیں؟ اور اگر وہ الفاظ قرآنی حقیقت رکھتے ہوں اور کوئی قرینہ بھی موجود نہ ہو تو ان الفاظ کی تفسیر کرتے وقت قرآنی حقائق کے مطابق تفسیر کرے۔[33]

3) ایک لفظ سے متعدد معانی مراد لینا

عربی جاننے والے اس بات سے بخوبی آگاہ ہیں کہ قرآنی الفاظ کے متعدد معانی ہوتے ہیں اور ان معانی کے تعین پر اکثر کوئی دلیل نہیں ہوتی۔ لہٰذا اکثر مفسّرین ایسے موارد میں ایک لفظ کو اس کے تمام معانی پر حمل کرتے ہیں اور ان تمام معانی کو اللہ تعالیٰ کی مراد تسلیم کرتے ہیں۔[34] جہاں کہیں بھی مشترکِ معنوی لفظ کے متعدد معانی ہوں اور ان معانی کی تعیین پر کوئی قرینہ بھی موجود نہ ہو تو لفظ اپنے اندر پوشیدہ تمام معانی کو ظاہر کرتا ہے۔ لیکن اگر مشترکِ لفظی میں معانی متعدد ہوں تو ان کو تمام معانی پر حمل کرنا قرینے کا محتاج ہوتا ہے اور خلافِ ظاہر ہوتا

ہے۔ اور اگر قرینہ موجود نہ ہو تو لفظ کو تمام معانی پر حمل نہیں کیا جا سکتا اور ان تمام معانی کو خداوندِ عالم کی مراد نہیں کہا جا سکتا۔[35]

4) قرآن کریم کی زبان

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ قرآن کریم عربی زبان میں نازل ہوا ہے جو کہ فصیح ترین زبان ہے اور قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت پر بہت سی آیات دلالت کرتی ہیں چنانچہ قرآن کریم کی پانچ آیات میں قرآن کریم کی صفت عربی ہونا ذکر کی گئی ہے۔(2:12)، (3:41)، (3:43)، (12:46) اور دو آیات میں قرآنی زبان کو عربی مبین ذکر کیا گیا ہے (103:16)، (192:26) اور ایک آیہ میں قرآنِ کریم کے عربی ہونے کی صفت بیان کی گئی ہے۔ (28:39) یہ بات توجہ کے قابل ہے کہ عربوں میں دیگر اقوام کی طرح کئی قبیلے موجود تھے جو سب عربی بولتے تھے اور آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ الفاظ اور لہجے کا فرق بھی رکھتے تھے۔[36] لیکن ان تمام اقوام اور قبائل کی موجودگی میں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن کریم عرب کے کس قبیلے یا قوم کی زبان میں نازل ہوا تاکہ اسی قبیلے یا قوم کے مطابق قرآن کی تفسیر کی جا سکے۔

۳۔ لغتِ عرب بحیثیتِ مآخذِ تفسیر

اہلِ تشیّع کے اصولِ تفسیر میں سے ایک اور اہم بحث لغتِ عرب اور عربی زبان کا مآخذِ تفسیر میں سے ہونا ہے۔ اس بحث میں قرآنی کلمات کی اصل کی طرف توجہ کرنا اور قرآنی کلمات کے مفاہیم کو سمجھنا شامل ہے اور اس بحث میں ادبیاتِ عرب سے مراد علمِ صرف، نحو، معانی اور بیان ہوگا۔ عربی زبان میں دیگر تمام زبانوں کی طرح جس طرح کلمہ کے مادہ کو معنیٰ پر دلالت کرنے کے لئے بنایا جاتا ہے اسی طرح کلمہ کی ساخت، اس کی ترکیبی حالت اور ترکیب میں کلمات ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔ کیونکہ ایک کلمہ جب فاعل ہوتا ہے تو ایک خاص معنیٰ رکھتا ہے اور جب مفعول ہوتا ہے تو دوسرا معنیٰ رکھتا ہے اور جب مبتدا ہوتا ہے تو ایک معنیٰ پر دلالت کرتا ہے اور خبر ہونے کی صورت میں وہ ایک اور معنیٰ پر دلالت کرتا ہے۔ اگر خبر اسمِ معرفہ ہو تو وہ ایک خاص نکتے کی طرف اشارہ کرتا ہے اور اگر خبر اسمِ نکرہ ہو تو وہ کسی اور معنیٰ پر دلالت کرتا ہے۔ اگر وہی خبر مبتدا پر مقدّم ہو جائے تو وہ ایسے نکتے پر دلالت کرتا ہے کہ جو اس کے مؤخر کرنے میں مفید نہیں ہوتا۔ اسی طرح جملے کا اسمیہ ہونا اس بات کا فائدہ دیتا ہے کہ جو فعلیہ ہونے کی صورت میں نہیں دے سکتا ہے۔[37]

یہ تمام باتیں قرآن کریم کی تفسیر کرتے وقت مفید ثابت ہوتی ہیں اور قرآنی آیات کو سمجھنے کے لئے الفاظ کے مفاہیم کو جاننے کے ساتھ ساتھ ترکیب کے لحاظ سے معانی کی شناخت اور ان کی پہچان بھی ضروری ہے۔ ان تمام امور تک رسائی اس وقت تک ممکن نہیں کہ جب تک ان چار علوم پر دسترس حاصل نہ ہو جائے۔ یہ چار علوم

علمِ صرف، نحو، معانی اور بیان ہیں۔[38] لیکن اس نکتہ کی طرف بھی متوجہ ہونا چاہئے کہ قرآن کریم اپنے مطالب کو فصیح ترین عربی میں پیش کرتا ہے۔ لہٰذا مفسّر کے لئے ضروری ہے کہ وہ قرآنی آیات کی تفسیر عربی ادب کے قواعد کے مطابق اور فصیح ترین لغت کے مطابق کرے۔[39] علمِ صرف، نحو، معانی اور بیان اگرچہ نزولِ قرآن کے زمانہ سے بعد کے علوم ہیں۔[40] ان علوم میں درج قواعد کی بنیاد فصیح عربی نثر اور شعر پر ہے کہ جو زمانہ قدیم میں رائج تھے۔[41] قرآن کریم کی تفسیر ایسے قواعد کی روشنی میں کی جانی چاہئے کہ جو قواعد تمام مفسّرین کے موردِ اتفاق ہوں اور علمِ صرف، نحو، معانی اور بیان کے عین مطابق ہوں۔[42] اس حوالے سے درج ذیل امور اہمیت کے حامل ہیں:

1) عربی ادب کے قواعد اور قرآن کی تفسیر

اگر عربی ادب کے قواعد میں سے کوئی قاعدہ قرآن کریم کی عبارت کے مخالف ہو تو ایسی صورت میں قرآن کریم کی عبارت مقدّم ہو گی۔ اس قاعدے میں کمی یا کوتاہی ہو گی کیونکہ عربی ادب کے قواعد کی صحت کا معیار یہ ہے کہ وہ فصیح عربی لغت کے مطابق ہوں اور تعارض کی صورت میں فصیح ترین کو ترجیح دی جائے گی جو کہ قرآن کریم ہے۔[43] لہٰذا اگر کوئی بھی قاعدہ قرآنی عبارت کے ساتھ جو کہ قطعی ہے مخالفت رکھتا ہو تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس قاعدہ میں کسی قسم کی کمی یا ضُعف پایا جاتا ہے۔[44]

2) قرائن کی طرف توجہ کرنا

ایک مفسّر کے لئے قرآن کریم کی آیات میں موجود قرائن کی طرف توجہ کرنا بھی ایک نہایت ہی اہم امر ہے کہ جس کی پاسداری ہر حال میں لازم اور ضروری ہے۔ قرائن کی طرف توجہ کلام کے سمجھنے میں نہایت ہی مفید ہوتی ہے کیونکہ قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت انتہائی عروج پر ہے اور قرائن کی مختلف اقسام قرآن میں بہت زیادہ استعمال ہوئی ہیں اور ان قرائن سے غفلت برتنا ایک مفسّر کے لئے بہت بڑی غلطی ثابت ہو سکتی ہے۔[45]

اس حوالے سے چند اہم نکات درج ذیل ہیں:

1۔ قرینہ سے مراد: قرائن جمع ہے قرینہ کی اور لغت میں لفظِ قرینہ کے بہت سے معانی ذکر ہوئے ہیں جیسے کہ علامت، نظیر، مقصد تک پہنچنے کا ذریعہ یا مجہول تک رسائی کا ذریعہ وغیرہ[46] اور دو چیزوں کے درمیان ظاہری مناسبت کا پایا جانا وغیرہ بھی لفظِ قرائن کے معانی میں سے ہیں۔[47] اور اس بحث میں قرائن سے مراد ایسے امور ہیں کہ جو کلام کے ساتھ لفظی یا معنوی ربط رکھتے ہوں اور کلام کو سمجھنے میں اور متکلم کی مراد کو سمجھنے میں مؤثر ثابت ہوں چاہے وہ قرائن کلام کے ساتھ متصل ہوں یا منفصل ہوں اور چاہے وہ قرائن لفظی ہوں یا معنوی ہوں کہ جو کلام کے معنٰی اور مدلول کو مشخص کرتے ہیں۔[48]

2۔قرائن متصل و منفصل: قرائنِ متصل سے مراد جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کہ کلام کے ساتھ ملے ہوئے اور متصل قرینے کو کہتے ہیں اور ان کے مقابل میں قرائنِ منفصل ہوتے ہیں کہ جو کلام سے جدا ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ قرائن متصل الفاظ اور عبارات کا تعیّن کرتے ہیں جبکہ قرائنِ منفصل میں الفاظ اور عبارات، معنیٰ کو پڑھنے والے یا سننے والے تک منتقل کرتا ہے اور مفہوم کو ادا کرتا ہے۔

3) ایجاز

بلاغت کی خوبیوں میں سے ایک بڑی خوبی ایجاز ہے اور ایجاز سے مراد یہ ہے کہ گفتگو میں کہنے والا یا لکھنے والا اپنے مطالب کو کم الفاظ میں اور مختصر عبارت کے ساتھ بیان کرے اور کلام میں کسی قسم کا کوئی خلل نہ واقع ہو۔ ایجاز اس بات کا تقاضا بھی کرتا ہے کہ مختصر عبارت کے ضمن میں دقیق مطالب کا انتخاب کیا جائے۔ ایجاز کی دو اقسام ہیں: ایک قسم، ایجازِ قصر ہے کہ جس سے کوئی کلمہ یا جملہ حذف نہ ہوا ہو۔ اور دوسری قسم، ایجازِ حذف ہے کہ جس سے مراد ایسے الفاظ کا کلام میں نہ ہونا ہے کہ جن کے نہ ہونے سے کلام میں کوئی خلل نہیں واقع ہوتا ہے اور محذوف کلمے کا کوئی جزء بھی ہو سکتا ہے اور مکمل جملہ بھی ہو سکتا ہے۔ اصولِ تفسیر کی بحث میں ایجاز سے مراد ایجازِ حذف ہے۔[49]
ایجازِ حذف میں ہم قرینہ صارفہ اور قرینہ معیّنہ کے محتاج ہوتے ہیں کیونکہ ایک طرف سے کلام میں قرینے کا ہونا ضروری ہے کہ جس کا کچھ حصہ حذف ہونے سے کلام کو سمجھا جاسکے اور دوسری طرف ہم قرینے کے محتاج ہوتے ہیں کہ جو محذوف کو معیّن کرتا ہے۔[50] قرآن کریم کہ جس کی بلاغت حدِّ اعجاز تک پہنچی ہوئی ہے میں اکثر موارد میں دیکھا گیا ہے کہ اس کے کلمات اور جملات سے عبارت محذوف ہے اور اس کے مفاہیم کو سمجھنے کے لئے ہم موجودہ عبارات اور قرائن کی طرف رجوع کرتے ہیں پس ایسے موارد میں قرآنی آیات کے مطالب کو سمجھنے کے لئے قرائن کا سمجھنا انتہائی ضروری اور لازمی ہے کیونکہ حقیقت میں یہ قرائن ہی ہیں کہ جو محذوف موارد کو معیّن اور مشخّص کرتے ہیں۔[51]

4) اضمار

فصاحت و بلاغت کی خوبیوں میں سے ایک اور خوبی اضمار ہے اور اضمار سے مراد یہ ہے کہ مطالب کا بیان ضمیر کے توسط سے کیا جائے اور ایسے موارد میں کبھی تو ضمیر سامنے ہوتی ہے اور آسانی سے مل جاتی ہے لیکن اکثر موارد میں ضمیر کی پہچان صرف قرائن ہی کی مدد سے ممکن ہوتی ہے اور قرآن کریم میں ایسی ضمائر کا استعمال بہت زیادہ ہوا ہے کہ جو قرائن کی مدد سے پہچانی جاتی ہیں۔[52]

5) مجاز

فصاحت و بلاغت کی خوبیوں میں سے ایک خوبی مجاز گوئی ہے مجاز کی دو اقسام ہیں ایک قسم مجازِ لغوی اور دوسری قسم مجازِ عقلی ہے مجازِ لغوی سے مراد کسی لفظ کا ایسے معنیٰ میں استعمال کرنا کہ جس کے لئے اس کو وضع نہ کیا گیا ہو

لیکن کلمہ کے مجازی معنٰی اور حقیقی معنٰی کے درمیان نسبت اور ربط پایا جاتا ہو اور اگر وہ ربط مشابہت والا ہو تو اس کو استعارہ اور اگر بغیر مشابہت کے ہو تو اسے مجازِ مرسل کہتے ہیں۔[53]

مجازِ عقلی سے مراد یہ ہے کہ فعل کو کسی ایسی چیز سے نسبت دینا کہ جو اس کا حقیقی فاعل یا نائبِ فاعل نہ ہو لیکن وہ اس کے فاعل یا نائبِ فاعل کے ساتھ وابستہ ہو۔[54] مجاز کی ان دونوں اقسام میں سے ہر ایک کے لئے کلام کو سمجھنے کے لئے قرینہ لازمی ہے۔ مجازِ لغوی میں ایسا قرینہ لازمی ہے کہ جو مخاطب کے ذہن کو حقیقی معنٰی سے غیر حقیقی معنٰی کی طرف لوٹا دے۔ اور مجازِ عقلی میں ایسا قرینہ ہونا لازمی ہے کہ جو کہنے والے کی نظر میں کلام میں ذکر شدہ فاعل کو غیر حقیقی قرار دے۔ مجاز کی یہ دو اقسام قرآن مجید میں زیادہ استعمال ہوئی ہیں۔ اور اگر مجاز کے چند ایک معانی موجود ہوں تو ہم ایسے قرینے کے بھی محتاج ہیں کہ جو مجاز کو معیّن کرنے والا ہو۔[55]

6) کنایہ

لغت میں کنایہ سے مراد "ادھوری بات کہنا" ہے اور اصطلاح میں کنایہ سے مراد "ایسا لفظ یا ایسی عبارت ہے کہ جس سے اس کے لازم یا ملزوم کا ارادہ کیا جائے" یا "ایسا لفظ یا ایسی عبارت کہ جو اپنے موضوع لہ معنٰی میں استعمال ہوئی ہو لیکن اس کا لازم یا ملزوم والا معنٰی مراد ہو۔"[56]

۴۔ قرائن و نظائر

اہلِ تشیّع کے اصولِ تفسیر میں سے ایک اور اہم بحث قرائن و نظائر کی بحث ہے اور قرائن کی بحث میں مندرجہ ذیل ابحاث شامل ہیں:

الف: قرآن کے نزول کی فضاء

قرآن کے نزول کی فضاء میں درج ذیل اہم ابحاث شامل ہیں:

1) سببِ نزولِ قرآن

مفسّرین کی اصطلاح میں قرآن کریم کا کچھ حصہ جس مقصد کی خاطر نازل ہوا ہو اسے اس آیہ یا آیات کا سببِ نزول کہا جاتا ہے۔[57] ایسی آیات میں ممکن ہے کہ آیات کے مفاہیم اسبابِ نزول کی طرف توجہ کئے بغیر سمجھ میں آ جائیں۔ لیکن ان جیسی آیات میں سببِ نزول سے آگاہی ان کے مفاہیم کی جزئیات کو سمجھنے میں مفید ثابت ہوتی ہے اور تمام موارد میں سببِ نزول سے آگاہی آیات کو سمجھنے میں کار گر ثابت ہوتی ہے اور تفسیر کو مؤثر تر بناتی ہے۔[58] اکثر مفسّرین اور علومِ قرآنی کے ماہرین نے شانِ نزول کی کوئی خاص تعریف ذکر نہیں کی۔ اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ سببِ نزول اور شانِ نزول میں کوئی خاص فرق نہیں ہے اور ان دونوں اصطلاحوں کا ایک ہی معنٰی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر تفاسیر میں شانِ نزول کی اصطلاح سببِ نزول کی جگہ استعمال کی گئی ہے۔[59] اور

لغت کی بعض کتابوں میں شانِ نزول کی تعریف کچھ یوں بیان کی گئ ہے کہ "شانِ نزول ایسا واقعہ کہ قرآن کریم کا کچھ حصہ اس کے بارے میں نازل ہوا ہو"۔[60]

2) قرآن کے نازل ہونے کا زمانہ اور مقام

قرآنی آیات کے نازل ہونے کے وقت اور جگہ سے آگاہی بھی ایک مفسّر کے لئے ضروری ہے اور اس کے ذریعہ مفسّر قرآنی آیات کی حقیقت سے بخوبی واقف ہو جاتا ہے۔ قرآن کے نازل ہونے کے وقت اور جگہ سے واقفیت کو کلام کے قرائن میں سے شمار کیا جاتا ہے اور ان کی طرف توجہ قرآنی آیات کی تفسیر میں لازم قرار دی گئ ہے۔[61] مفسّرین اور علومِ قرآنی کے ماہرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سببِ نزول یا شانِ نزول مخصّص اور مقیّد نہیں ہوتے ہیں۔[62]

3) گفتگو کا مقام

لغت میں مقام سے مراد "محلِ قیام، مکان، رتبہ، منزلت اور جگہ" ہے۔[63] لیکن اس بحث میں مقامِ گفتگو سے مراد ایسا کلی مقصد ہے کہ جس کی وجہ سے کلام کرنے والے نے کلام کیا ہوتا ہے۔ عام بات چیت میں بھی گفتگو کا مقام الفاظ کی معانی پر دلالت کرنے میں اچھا خاصا کردار ادا کرتا ہے اور معنی کو معیّن کرتا ہے۔ یعنی جو بات کسی کی مدح میں منہ سے نکلتی ہے اس میں مدح کے الفاظ ہونے چاہئیں اور اگر کسی کی مذمت میں الفاظ منہ سے نکلتے ہیں تو ایسی صورت میں مذمت والے الفاظ کا استعمال ہونا چاہئے۔[64] قرآنی آیات کی تفسیر بھی اسی بنیاد پر ہونی چاہئے اور ان آیات کی تفسیر میں بھی گفتگو کے مقام پر توجہ دینی چاہئے اور الفاظ اور جملات کو اسی توجہ سے دیکھنا چاہئے اور ایک مفسّر کو چاہئے کہ وہ تفسیر کرتے وقت گفتگو کے مقام سے مدد لے۔[65]

4) کلام کا لحن

لحن کے متعدد معانی ذکر کئے گئے ہیں ان میں سے مشہور معانی "آواز، آواز کا لمبا کرنا، اعراب یا تلفّظ میں غلطی کرنا اور مفادِ کلام وغیرہ" ہیں[66] لیکن اس بحث میں کلام کے لحن سے مراد تلفّظ کی کیفیت اور کلام میں گفتگو کی موجود خصوصیات وغیرہ ہیں۔[67] لحنِ کلام قرائنِ کلام میں سے ہے اور یہ متکلّم کی مراد کو واضح کرنے میں مؤثر ثابت ہوتا ہے اور اسی طرح متکلّم بھی اپنے مفاہیم کا پہنچانے کے لئے اس سے مدد لیتے ہیں۔[68]

5) قرائنِ منفصلہ

قرائنِ منفصلہ میں سے اہم ترین قرائن روایات اور دینی مسلّمات ہیں۔ قرآن کریم ایسی کتاب ہے کہ جس میں موضوعات کی تقسیم بندی نہیں کی گئ ہے۔ یعنی تمام مطالب جو ایک موضوع کے متعلق ہوں وہ ایک ہی جگہ پر جمع ہوں ایسا نہیں ہے۔ بلکہ اس میں مطالب بکھرے ہوئے ہیں اور مختلف سورتوں میں موجود ہیں۔ لیکن اس کے باوجود کہ آیات بکھری ہوئی ہیں مگر ان کے مطالب آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ مربوط ہیں۔ اور قرآن کریم

کی آیات میں بھی بعض دوسری آیات کی تاکید اور تصریح کی گئی ہے۔[69] اور روایات میں بھی قرآن کی بعض آیات کو دوسری بعض آیات کے لئے مفسّر قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت علیؑ اس بارے میں فرماتے ہیں کہ: يَنطِقُ بَعضُه بِبَعضَ وَيَشهَدُ بَعضُه عَلىٰ بَعض[70] یعنی: "قرآن کی بعض آیات دوسری بعض آیات کے بارے میں گفتگو کرتی ہیں اور بعض آیات دیگر بعض آیات کی گواہ ہوتی ہیں۔" قرائنِ منفصلہ میں سے معتبر روایات بھی ہیں کہ جو قرآنی آیات کی وضاحت اور بیان کے لئے آتی ہیں۔

جہاں تک دینی مسلّمات اور اجماع کا تعلق ہے تو اس سے مراد تمام علمائے دین کا کسی دینی معاملے پر اتفاقِ نظر ہے۔ اس طریقے سے کہ وہ اجماع پیغمبر اکرم ﷺ کی احادیث سے کاشف ہو اور مذہب کی ضرورت شیعہ نقطۂ نظر کے مطابق وہ ہے کہ جو معصومؑ کے بیان سے کاشف ہو۔[71]

6) نصوص اور ظواہر

"قرآنی نصوص اور ظواہر میں اپنے معانی پر دلالت کرنے میں فرق پایا جاتا ہے۔ نصوص" جمع ہے نصّ کی اور لغت میں نصّ سے مراد "صریح اور واضح کلام" ہے۔[72] علمِ درایہ میں نصّ سے مراد "ایسا لفظ یا ایسی عبارت ہے کہ جس کی دلالت صریح اور واضح ہو اور وہ ایک معنیٰ کی متحمّل ہو۔"[73] اس کے برعکس، "ظواہر" جمع ہے ظاہر کی جس کے لغوی معنیٰ "واضح کرنا" ہیں۔[74] اصطلاح میں "ظاہر" سے مراد ایسا لفظ ہے کہ جس کی ایک معنیٰ پر دلالت ظنّی ہو اور اس کے علاوہ کسی دوسرے معنی کے مراد ہونے کا احتمال بھی پایا جائے۔[75] اور اس بحث میں نصوص سے مراد قرآنی آیات کی قطعی دلالت ہے اور ظواہر سے مراد علمی مصداق ہے۔[76] بنابریں، نصوص میں لفظ کے مستعمل معنی سے تجاوز نہیں کیا جاسکتا لیکن ظواہر میں یہ امکان موجود ہوتا ہے کہ ظاہری اور رائج معنی سے ہٹ کر بعض شواہد و دلائل کی روشنی میں دُور کا معنی بھی مراد لیا جاسکتا ہے۔

7) سیاقِ کلام کی رعایت

اہلِ تشیّع کے لسانیاتی اصولِ تفسیر میں سے ایک اور اہم اصول سیاقِ کلام کی رعایت کرنا ہے۔ سیاق کے بہت سے معانی ذکر کئے گئے ہیں جن میں سے "چلانا، اسلوب، روش، طریقہ، فنِّ تحریر وغیرہ" ہیں۔[77] علمِ فقہ، اصولِ فقہ اور علمِ تفسیر کے علماء نے لفظِ سیاق کا استعمال بہت زیادہ کیا ہے اور اسے موردِ استناد قرار دیا ہے۔[78] لیکن اس کی کوئی دقیق اصطلاحی تعریف نہیں کی گئی۔ اس کی صرف ایک ہی تعریف ملتی ہے اور وہ یہ ہے کہ: "سیاق سے مراد ایسی دلیل ہے کہ جس کے الفاظ اور عبارات کو اگر ہم سمجھنا چاہیں تو سمجھ لیں چاہے وہ لفظی صورت میں ہوں یا قرینہ حالیہ کی صورت میں ہوں اور موردِ بحث لفظ کو سمجھنے میں مدد فراہم کریں۔"[79] سیاق کی یہ تعریف اس قدر وسیع ہے کہ جو تمام متصلہ قرائن کو شامل ہے کیونکہ متصلہ قرائن میں سے خود سیاق ہے سیاق ایسی

اصطلاح ہے کہ جو کلمات، جملوں یا قرآنی آیات کے معانی میں اثر چھوڑتی ہے لیکن یہ معنٰی قرآن کریم کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ دیگر عبارات میں بھی پایا جاتا ہے۔[80]
سیاق کی اہمیت کے لئے یہی بات کافی ہے کہ یہ تمام زبانوں میں موثر ہوتا ہے اور علماء بھی ظواہرِ قرآنی کے متون کو سمجھنے کے لئے سیاق سے استفادہ کرتے ہیں۔ امام زرکشیؒ مفرداتِ قرآن کے معانی اور سیاق کے مطابق آیات کے معانی تک پہنچنے کے لئے لازمی قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: "امام راغبؒ نے اپنی کتاب مفردات میں سیاق کو بہت اہم شمار کیا ہے اور آیات کی تفسیر میں سیاق کی اہمیت کا تقاضا کیا ہے"[81] اور بے شک معانی کی حقیقت پر دلالت کرنے والا بہترین قرینہ وہ ہے کہ جو معنٰی کے مناسب ہو۔[82] سیاق ایسے بڑے قرائن میں سے ہے کہ جو متکلّم کی مراد پر دلالت کرتا ہے۔ پس جو کوئی بھی سیاق سے قطع نظر کرتا ہے وہ خطا کرتا ہے۔[83] علّامہ طباطبائیؒ نے آیات کے سیاق کی دلالت کو توجہ کے قابل قرار دیا ہے اور سیاقِ کلام کو ظاہرِ روایات سے زیادہ قوی شمار کیا ہے۔ انہوں نے جہاں پر بھی ظاہرِ روایات کو سیاقِ کلام کے متعارض پایا ہے وہاں پر ظاہرِ روایات کو چھوڑ دیا ہے تاکہ سیاقِ کلام کی مخالفت نہ ہو جائے۔[84]
البتہ سیاق کے قرینہ ہونے کا معیار یہ ہے کہ ہر لفظ سے ہر معنٰی کا ارادہ نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن مختلف معانی میں الفاظ کا استعمال متکلّم کے ارادے کو مدّ نظر رکھتے ہوئے کرنا چاہیئے۔ دوسری طرف کوئی بھی عقلمند متکلّم متناقض معانی والے الفاظ، متضاد الفاظ اور غیر مناسب الفاظ کو استعمال نہیں کرتا۔ لہٰذا اگر جملے میں مستعمل لفظ کے ایسے دو معانی ہوں کہ جن دونوں معانی کے ساتھ سیاق مناسب ہو یعنی دونوں معانی کو مراد لیا جا سکتا ہو تو ایسی صورت میں سیاق بہتر نہیں ہو گا۔ لیکن اگر مورد ایسا ہو کہ دو متناسب معانی میں سے ایک معنٰی سیاقِ کلام کے ساتھ زیادہ مناسبت رکھتا ہو اور دوسرا معنٰی کم مناسبت رکھتا ہو تو ایسی صورت میں جو معنٰی سیاقِ کلام کے ساتھ زیادہ مناسبت رکھتا ہو گا اس کی دلالت واضح اور روشن ہو گی۔[85]

حاصل بحث

اہل تشیّع کے چند ایک اہم لسانیاتی اصولِ تفسیر کی اس بحث میں جن نکات پر گفتگو کی گئی ہے ان میں مفسّر کے لئے قرآن کریم کی صحیح قرائت کی پہچان، نزولِ قرآن کے معانی و مفاہیم کو تفسیر کرتے وقت مدّ نظر رکھنا، لغتِ عرب کو مأخذ تفسیر کی حیثیت سے لیا جانا، آیات کے سببِ نزول، شانِ نزول، زمان و مکانِ نزول، فضائے سخن، مقامِ گفتگو، لحنِ کلام وغیرہ کی ابحاث کو شامل کرنے کے ساتھ ساتھ، سیاقِ کلام، سیاق کی اقسام اور اس کے متحقق ہونے کی شرائط کو بھی بیان کیا گیا ہے۔

* * * * *

References

1. Muhammad B.Ya'qūb, Abu Ja'far,al-kulayni, *Al-kāfi*, vol- 2 (Tehran: Dār-ul-Kutub Al-Islamiyyah,1389AD.), 630.

محمد بن یعقوب، ابو جعفر، الکلینی، *الکافی*، ج2 (تہران: دارالکتب الاسلامیہ، 1389ھ)، 630۔

2. Abu al-Hasan, Amili, *Mira'at al-Anwār* (Beirut: Dār al-Hadi, 1412AH.), 88.

ابوالحسن، عاملی، *مرآۃ الانوار* (بیروت: دارالھادی، 1412ھ)، 88۔

3. Ali b. Hassām, Mutaqqi Hindi, *Kanz al-Ammāl*, vol... . 2 (Beirut: Moassissa-tur-Risāla, 1405AH), 49.

علی بن حسّام، متقی ہندی، *کنزالعمال*، ج2 (بیروت: مؤسسۃ الرّسالہ، 1405ھ)، 49۔

4.Abd al-Hadi, Fazli, *Muqaddima-i Bar Tarīkh-e Qira'at Quran Karīm* (Tehran: Uswa,nd) ,144.

عبدالھادی، فضلی، *مقدمہ ای بر تاریخ قرائات قرآن کریم*، ترجمہ سید محمد باقر حجتی (تہران: اسوہ، سن ندارد)، 144۔

5.Noya, Pall, *Tafsīr-e Qurani Wa Zuban-e Irfani* (Tehran: Nashr-E-Danishgahi, 1373AD), 123.

نویا، پل، *تفسیرِ قرآنی وزبانِ عرفانی*، ترجمہ اسماعیل سعادت (تہران: نشر دانشگاہی، 1373ھ)، 123۔

6. Muhammad Raza, Hussaini, *Kaifa Nufhim al-Quran* (Qom: Moassissa-To-Aalal-Bait, 1400 AH), 88.

محمد رضا، حسینی، *کَیفَ نُفھِمُ القُرآنَ* (قم: مؤسسۃ آل البیتؑ، 1400ھ)، 88۔

7.Muhammad Hadi, Marifat, *Al-Tamhīd Fi Ulūm al-Quran*, Vol... . 2 (Qom: Chāp Khana Meher, 1403 AH), 39.

محمد ہادی، معرفت، *التمہید فی علوم القرآن*، ج2 (قم: چاپخانہ مہر، 1403ھ)، 39۔

8.Fazal b. Al-Hasan, Abu Ali, Tabrassi, *Majma' al-Bayān*, vol. 7 (Beirut: Moassissa-Tul-Aalami Lil-Matbua'at, 1415AH), 227.

فضل بن الحسن، ابو علی، طبرسی، *مجمع البیان*، ج7 (بیروت: مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات، 1415ھ)، 227۔

9. Muhammad Hussain Ali, Al-Saghīr, *Al-Mubādi al-Aamma Li Tafsīr al-Qurān al-Karīm* (Beirut: Moassissa-Tul-Jamia Liddirasaat Wal-Nashre Wat-Tozee, 1403AH), 119.

محمد حسین علی، الصغیر، *المبادئ العامۃ لتفسیر القرآن الکریم* (بیروت: المؤسسۃ الجامعیۃ للدراسات والنشر والتوزیع، 1403ھ)، 119۔

10.Ibid.

ایضاً۔

11.Abd al-Rehman, Sa'adi, *Taisīr al-Karīm al-Rahmān Fi Tafsīr Kalām al-Manan* (Beirut: Aalam-Ul-Kutob, 1408AH), 322.

عبدالرحمان، سعدی، *تیسیر الکریم الرّحمٰن فی تفسیر کلامِ المنان* (بیروت: عالم الکتب، 1408ھ)، 322۔

12. Marifat, *Al-Tamhīd Fi Ulūm al-Quran*, vol. 2, 91

معرفت، *التمہید فی علوم القرآن*، ج2، 91۔

13 .Fazli, *Muqaddima-i Bar Tarīkh-e Qira'at Quran Karīm*, 41.

فضلی، *مقدمہ ای بر تاریخ قرائات قرآن کریم*، 41۔

14.Muhammad Jawad, Hussaini, Amili, *Mifta-Hul-Kirāma*, vol. 2 (Qom: Moassissa-To-Aalal-Bait, nd), 39.

محمد جواد، حسینی عاملی، مفتاح الکرامۃ، ج2(قم: موسسۃ آل البیتؑ، سن ندارد)،39۔

15.Abd al-Azeem, Zarqani, *Manahil al-Irfan Fi Ulūm al-Quran*, vol. 1 (Beirut: Daar-ul-Fikr, 1988), 436.

عبدالعظیم، زرقانی، مناہل العرفان فی علوم القرآن،ج1(بیروت: دارالفکر،1988ء)، 436۔

16.Muhammad Jawad, Balaghi, *Alā al-Rahmān Fi Tafsīr al-Quran*, vol. 1 (Beirut: Daar-E-Ihyā-it-Turās-il-Arabi, nd), 29.

محمد جواد، بلاغی، آلاء الرحمٰن فی تفسیر القرآن،ج1(بیروت: داراحیاء التراث العربی، سن ندارد)،29۔

17.Muhammad Salim, Muhaisin, *Fi Rihāb al-Qurān* (Cairo: Maktaba-Tul-Kulliyāt-il-Azhariyyah, 1402AH), 321.

محمد سالم، محیسن، فی رحاب القرآن (قاہرہ: مکتبۃ الکلیات الازہریۃ،1402ھ)،321۔

18.Mahmood, Rajabi, *Rawish-e Tafsīr-e Qurān* (Tehran: Moassissa Payoohashkadda Hoza wa Danishgah, 1383AD), 49.

محمود، رجبی، روشِ تفسیرِ قرآن (تہران: مؤسسہ پژوھشکدہ حوزہ ودانشگاہ،1383ش)، 49۔

19. Ibid.

ایضاً۔

20. Hussaini, *Kaifa Nufhim al-Quran*, 80.

حسینی، کَیفَ نُفھِمُ القُرآنَ،80۔

21. Marifat, *Al-Tamhīd Fi Ulūm al-Quran*, vol. 1, 129.

معرفت،التمہید فی علوم القرآن،ج1، 129۔

22. Muhammad, Rasheed Raza, *Al-Manar Fi Tafsīr al-Quran*, vol. 1 (Beirut: Dār-Ul-Marifah, nd), 21.

محمد، رشید رضا،المنار فی تفسیر القرآن،ج1(بیروت: دارالمعرفۃ، سن ندارد)،21۔

23. Muhammad Hussain, Bihishti, *Rawish Bardāsht Az Qurān* (Tehran: Nashr-E-Hadi, 1360AD), 9.

محمد حسین، بہشتی، روش برداشت از قرآن (تہران: نشرہادی،1360ھ)،9۔

24. Muhammad Baqir, Muhaqqiq, *Namūna Bayyenāt dar Shān-e Nazūl-e Ayāt* (Tehran: Intisharat-E-Islami, 1339AD), 119.

محمد باقر، محقق، نمونہ بیّنات درشانِ نزولِ آیات (تہران: انتشاراتِ اسلامی،1359ھ)، 119۔

25. Abdul Kareem, Sarosh, *Qabz wa Bast Torīk Sharia't* (Tehran: Moassissa farhanggi Sirat, 1310AD), 130.

عبدالکریم، سروش، قبض وبسط تئوریک شریعت (تہران: مؤسسہ فرہنگی صراط،1310ھ)، 130۔

26. Hassan b. Muhammad, Qummi Neshapuri, *Gharaib al-Qurān wa Raghāib al-Furqān* (Beirut: Dār-ul-Kutub Al-Ilmiyya, 1416AH), 188.

حسن بن محمد، قمی نیشاپوری، *غرائب القرآن ورغائب الفرقان* (بیروت: دارالکتب العلمیہ، 1416ھ)، 188۔

27.Muhammad, *Almanār Fi Tafsīr al-Quran*, vol. 1, 21.

محمد، *المنار فی تفسیر القرآن*، ج1، 21۔

28. Muhammad Badruddin, Al-Zarkashi, *Al-Burhān Fi Ulūm al-Quran*, vol. 1 (Beirut: Daar-Ul-Marifah, 1410AH), 399.

محمد بدرالدین، الزرکشی، *البرہان فی علوم القرآن*، ج1 (بیروت: دارالمعرفۃ، 1410ھ)، 399۔

29.Ibid, 76.

ایضاً، 76۔

30. Rajabi, *Rawish-e Tafsīr-e Qurān*, 65.

رجبی، *روشِ تفسیرِ قرآن*، 65۔

31. Urūsi, Hawaizī, *Tafsīr Noor al-Thaqlain*, vol. 5, 460.

عروسی، حویزی، *تفسیر نورالثقلین*، ج5، 460۔

32. Masai'd b. Sulaiman, Al-Tayyar, *Fusūl Fi Usūl al-Tafsīr* (Riyaz: Dār-un-Nashr Al-Doli, 1413AH), 106.

مساعد بن سلیمان، الطیار، *فصول فی اصول التفسیر* (ریاض: دارالنشر الدولی، 1413ھ)، 106۔

33. Ibid,

ایضاً۔

34. Tabrai, *Jame' al-Bayān a'n Tawīl al-Qurān,* vol. 6 (Beirut: Dār-ul-Kutub Al-Ilmiyya, 1412AH), 325.

طبری، *جامع البیان عن تأویل آی القرآن*، ج6 (بیروت: دارالکتب العلمیہ، 1412ھ)، 325۔

35. Rajabi, *Rawish-e Tafsīr-e Qurān*, 67.

رجبی، *روشِ تفسیرِ قرآن*، 67۔

36. Sāmrai, *Majalla Kuliyyat al-Adāb*, Issue 5 (Emirates: *Jamia-Tul-Emarāt*, 1409AH), 138.

سامرائی، *مجلۃ کلیۃ الآداب* ش5 (امارات: جامعۃ الامارات، 1409ھ)، 138۔

37. Muhammad b. Muhammad Nu'man, Sheikh Mufīd. *Al-Irshād Fi Ma'rifat Hujaj Illah ala al-Ibād* (Qom: Moassissa-To-Aalal-Bait Leihyā-it-Turās, 1413AH), 1078.

محمد بن محمد نعمان، شیخ مفید، *الارشاد فی معرفۃ حجج اللہ علی العباد* (قم: مؤسسۃ آل البیتؑ لاحیاء التراث، 1413ھ)، 180۔

38. Mustafa, Haji Khalīfa, Chalbi, *Kashf al-Zunūn An Asāmi al-Kutub wa al-funūn*, vol... . 2 (Beirut: Dār-ul-Kutub Al-Ilmiyya, 1413AH), 1078.

مصطفیٰ (حاجی خلیفہ)، چلبی، *کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون*، ج2 (بیروت: دارالکتب العلمیہ، 1413ھ)، 1078۔

39. Muhammad Fazil, Lankarani, *Madkhal al-Tafsīr* (Tehran: Matba'a Tul Haidri, 1396AD), 177.

محمد فاضل، لنکرانی، *مدخل التفسیر* (تہران: مطبعۃ الحیدری، 1396ھ)، 177۔

40. Sheikh Abbas, Qummi, Al-*Kina wa al-Alqāb*, vol... . 1 (Qom: Intisharat-E-Baidār. nd), 7.

شیخ عباس، قمی، *الکنی والالقاب*، ج1 (قم: انتشارات بیدار، سن ندارد)، 7۔

41. Abd al-Aal, Sālim, Mukarram, *Al-Qurān al-Karīm wa Atharuhu fi Dirāsat al-Nahviyyah* (Kuwait: Almatba'a Tul Asriyya, 1978), 316.

عبد العال، سالم مکرم، *القرآن الکریم واثرہ فی الدراسات النحویہ*، مجلۃ الازھر (کویت: المطبعۃ العصریہ، 1978ء)، 316۔

42. Ibid.

ایضا۔

43. Yahyā b. Zaidd, Farrā', *Ma'ani al-Qurān* (Beirut: Aalam-Ul-Kutob, 1403AH), 14.

یحیٰ بن زیاد، فرّاء، *معانی القرآن*، ج1 (بیروت: عالم الکتب، 1403ھ)، 14۔

44. Ibid.

ایضا۔

45. Rashīd al-Dīn, Maibadī, *Tafsīr kashf al-Asrār Wa Iddah al-Abrār,* vol. 3, (Tehran: Intisharāt E Ameer kabeer, 1371AH.), 630.

رشید الدین، میبدی، *تفسیر کشف الاسرار وعدۃ الابرار*، ج3 (تہران: انتشارات امیر کبیر، 1371ھ)، 630۔

46. Muhammad, Moeen, *Farhangh-e Moeen*, (Tehran: Ameer Kabeer, 1375AH), 391.

محمد، معین، *فرہنگ معین*، لفظِ قرائن کے ذیل میں (تہران: امیر کبیر، 1375ھ)، 391۔

47. Ali Akbar, Dahkhudā, *Lughat Nāma Dahkhudā*, (Tehran: Danishgah Tehran, 1372AH.), 189.

علی اکبر، دھخدا، *لغت نامہ دھخدا*، لفظِ قرینہ کے ذیل میں (تہران: دانشگاہ تہران، 1372ھ)، 189۔

48. Rajabi, *Rawish-e Tafsīr-e Qurān*, 84.

رجبی، *روشِ تفسیرِ قرآن*، 84۔

49. Sālim, Mukarram, *Al-Qurān al-Karīm Wa Atharuhu Fi Dirāsat al-Nahviyyah*, 346.

سالم مکرم، *القرآن الکریم واثرہ فی الدراسات النحویہ*، 346۔

50. Ibid.

ایضا۔

51. Rajabi, *Rawish-e Tafsīr-e Qurān*, 87.

رجبی، *روشِ تفسیرِ قرآن*، 87۔

52. Lankarani, *Madkhal al-Tafsīr,* 191.

لنکرانی، *مدخل التفسیر*، 191۔

53. Muhammad Ali, Thānwi, *Kashāf Istilahāt al-Funūn*, vol. 2, (Tehran: Maktaba Khayyam, 1967), 1456.

محمد علی، تھانوی، *کشّاف اصطلاحات الفنون*، ج2 (تہران: مکتبہ خیام، 1967ء)، 1456۔

54. Saa'd al-Dīn, Taftazāni, *Mukhtasar al-Ma'ani*, (Qom: Maktaba-Tul-Mustafawi, nd.), 71.

سعد الدین، تفتازانی، *مختصر المعانی* (قم: مکتبۃ المصطفوی، سن ندارد)، 71۔

55. Lankarani, *Madkhal al-Tafsīr,* 121.

لنکرانی، *مدخل التفسیر*، 121۔

56. Yousaf, Sakkaki, *Miftā al-Ulūm* (Beirut: Dār Ul Kutub Ul Ilmiyyah, nd), 170.

یوسف، سکاکی، *مفتاح العلوم* (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، سن ندارد)، 170۔

57.Muhammad Baqir, Hujjati, *Asbaab al-Nuzūl* (Tehran: Daftar Nashr Firhang Islami, 1372AD), 9.

محمد باقر، حجتی، *اسباب النزول* (تہران: دفتر نشر فرہنگ اسلامی، 1372ھ)،9۔

58. Syed Muhammad Hussain, Tabatbai, *Qurān Dar Islam* (Qom: Daftar Intisharat-E-Islami, 1361AD), 120.

سید محمد حسین، طباطبائی، *قرآن دراسلام* (قم: دفتر انتشارات اسلامی، 1361ھ)،120۔

59. Nasir Makarim, Sherazi, *Tafsīr-e Namūna*, vol... 1 (Tehran: Dār ul Kutubil Islamiyah, 1366AD), 145.

ناصر مکارم، شیرازی، *تفسیرِ نمونہ*، ج1 (تہران: دارالکتب الاسلامیہ، 1366ھ)،145۔

60. Muhammad Alvi, Muqaddam, *Dar Qalamro-ye Balaghat* (Mashad: Aastan e Qudus Rizwi, 1372AD), 77.

محمد علوی، مقدّم، *درقلمرو بلاغت* (مشہد: آستانِ قدس رضوی، 1372ھ)،77۔

61. Ibid.

ایضاً۔

62. Ali, Wahidi, *Asbāb al- Nazūl* (Cairo: Maktaba Tul Mutnabi, nd), 103.

علی، واحدی، *اسباب النزول* (قاہرہ: مکتبۃ المتنبی، سن ندارد)،103۔

63. Muhammad Ibn e Duraid, *Jumhara al-Lughāt* (Beirut: Dār Ul Ilm Lil Malayeen, 1987), 188.

محمد ابنِ درید، *جمہرۃ اللغۃ* (بیروت: دارالعلم للملایین، 1987ء)، 188۔

64. Muqaddam, *Dar Qalamro-ye Balaghat*, 89.

مقدّم، *درقلمرو بلاغت*، 89۔

65. Syed Muhammad Hussain, Tabatbai, *Al Mīzān Fi Tafsīr il Quran*, vol. 5 (Beirut: Moassissa-Tul-Aalami Lil-Matbua'at, 1393AD), 199.

سید محمد حسین، طباطبائی، *المیزان فی تفسیر القرآن*، ج5(بیروت: مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات، 1393ھ)،199۔

66. Khalīl b. Ahmad, Farahīdi, *Tartīb Kitab al-Ain* (Beirut: Dār Ul Hijrah, 1409AD), 389.

خلیل بن احمد، فراہیدی، *ترتیب کتاب العین* (بیروت: دارالہجرۃ، 1409ھ)،389۔

67. Tabatabai, *Al-Mīzān Fi Tafsīr il Quran*, vol. 20, 160.

طباطبائی، *المیزان فی تفسیر القرآن*، ج20، 160۔

68. Ibid.

ایضا۔

69. Ubaidullah, Hakim Haskāni, *Shawahid al-Tanzīl* (Tehran: Wizarat Farhang Wa Irshad E Islami, 1411AH), 27.

عبیداللہ، حاکم حسکانی، *شواہد التنزیل* (تہران: وزارت فرہنگ وارشاد اسلامی، 1411ھ)، 27۔

70. Ibn-e Abil al-Hadīd, *Shrah Nahju al-Balaghah* (Egypt: Dār Ihyā Ul Kutob il Arabiyyah, 1965), 197.

ابنِ ابی الحدید، *شرح نہج البلاغہ*، خطبہ 85، تحقیق محمد ابوالفضل ابراہیم (مصر، داراحیاء الکتب العربیہ، 1965ء)، 197۔

71.Lankarani, *Madkhal-Al-Tafsīr,* 188.

لنکرانی، *مدخل التفسیر*، 188۔

72. Muhammad, Moeen, *Farhangg-e Moeen, 291*.

محمد، معین، فرہنگ معین، لفظِ نصّ کے ذیل میں، 291۔

73. Ja'far, Subhani, *Usūl al-Hadīth wa Ahkāmuhu Fi Ilm al-Dirayat* (Qom: Lujnat Idarat Ul Hozah Tul Ilmiyyah, 1412AH), 84.

جعفر، سبحانی، اصول الحدیث واحکامہ فی علم الدرایۃ (قم: لجنہ ادارۃ الحوزۃ العلمیہ، 1412ھ)، 84۔

74. Moeen, *Farhangg-e-Moeen, Word Zahir,291*.

معین، فرہنگ معین، لفظ ظاہر کے ذیل میں، 291۔

75. Abdullah, Māmqani, *Miqbas al-Hidāya Fi Ilm al-Diraya*, vol.1 (Beirut: Moassissa-To-Aalal-Bait Le Ihyā It Turās, 1411AH), 316.

عبداللہ، مامقانی، مقباس الھدایۃ فی علم الدرایۃ، ج1 (بیروت: مؤسسۃ آل البیتؑ لاحیاء التراث، 1411ھ)، 316۔

76. Ibid.

ایضاً۔

77. Moeen, *Farhangg-e-Moeen, Word,Qiyas*, 411.

معین، لفظِ قیاس کے ذیل میں، 411۔

78. Mustafa Sadiq, Rafiey, *Tarīkh Adāb al-Arab*, vol. 2 (Beirut: Dār Ul Kitab il Arabi, 1394AD), 72.

مصطفیٰ صادق، رافعی، تاریخ آداب العرب، ج2 (بیروت: دار الکتاب العربی، 1394ھ)، 72۔

79. Syed Muhammad Baqir, Sadr, *Durūs Fi Ilm al-Usūl* (Qom: Moassissat Un Nashril Islami, 1410AH), 103.

سید محمد باقر، صدر، دروس فی علم الاصول (قم: مؤسسۃ النشر الاسلامی، 1410ھ)، 103۔

80. Hussaini, *Kaifa Nufhim al-Quran*. 125.

حسینی، کَیفَ نُفھِمُ القُرآنَ، 125۔

81. Zarkashi, *Al-Burhan Fi Ulūm al-Quran*, Vol. 2, 313.

زرکشی، البرہان فی علوم القرآن، ج2، 313۔

82. Rasheed Raza, *Almanar Fi Tafsīr-il-Quran*, vol. 1, 22.

رشید رضا، المنار فی تفسیر القرآن، ج1، 22۔

83. Sa'adi, *Taisīr al-Karīm al-Rahmān Fi Tafsīr Kalam al-Manān* vol. 1, 13.

سعدی، تیسیر الکریم الرّحمٰن فی تفسیر کلام المنّان، ج1، 13۔

84. Tabatbai, *Al-Mīzān Fi Tafsīr al-Quran*, vol. 17, 9.

طباطبائی، المیزان فی تفسیر القرآن، ج17، 9۔

85. Al-Tayyar, *Fusūl Fi Usūl al-Tafsīr*, 43.

الطیار، فصول فی اصول التفسیر، 43۔